ضمیمہ مجیب ۷ر فروری سنہ ۱۹۳۲ء

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

نوعمر بہادر

مختار قائمگنجوی

باہتمام

حفیظ الرحمن مجیبی در مطبع فرخ سیر فرخ آباد مطبوع گشت

نوعمر بہادر

(اسلامی جذبۂ خاص سے مملو مضمون مندرجۂ ذیل ایک نوعمر مسلمان بچے کی جنبشِ قلم کا نتیجہ ہے جسے بغیر کسی ترمیم کے ناظرین مجیب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے — ایڈیٹر)

تیغوں کے سایہ میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

(۱)

چودھویں رات کا چاند روشن ہے۔ پاسبانانِ شب اپنے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ لیکن قریب ہی ایک جھونپڑے سے بات چیت کی آوازیں آرہی ہیں۔ ہمکو چلکر دیکھنا چاہئے یہ کسکا مکان ہے اور یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ ہاں دیکھ لیا یہ مکان محمد عالم کا ہے جو یمن کے باشندہ ہیں لیکن عرصہ دس سال سے سندھ میں آکر آباد ہوگئے ہیں مگر وہ دو سال ہوئے جنگ سمرنا میں گئے تھے ابھی تک اُنکی خبر نہیں آئی کہ کیا حشر ہوا۔ صرف گھر پر اُنکی بیوی حلیمہ اور ایک پندرہ سالہ لڑکا محمد صادق اور ایک چہار سالہ لڑکی سلیمہ ہے۔

(۲)

حلیمہ۔ آج دو سال کا عرصہ ہونے آیا مگر تمہارے باپ کی ابھی تک

خیر و خبر نہیں معلوم ہوئی۔

محمد صادق: میں نے آج اخبار میں پڑھا تھا کہ ترک مجاہدین کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے اسلئے وہ رضا کار بھرتی کرنے بلاد شام کی طرف گئے ہوئے ہیں۔ اماں۔ میرا بھی ارادہ ہے کہ میں بھی میدان جنگ میں جاکر دادِ شجاعت دوں اور اسلام کی خدمت کرکے جامِ شہادت نوش کروں۔

حلیمہ: (آنکھوں میں آنسو بھر کر) بیٹا مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تجھ کو چھوڑ دوں کیونکہ گھر پر کوئی مرد نہیں ہے جو گھر کے کاروبار کو دیکھے۔

صادق: اماں جان۔ گھر کا کام تو نوکروں سے بھی چل سکتا ہے لیکن ذرا غور کرو۔ کہ آج وہ مجاہدین ترک جو اسلام کی خاطر لڑ رہے ہیں اور جن پر تکلیفوں اور مصیبتوں کی گھٹائیں چھا رہی ہیں اور رنج و غم کے تاریک بادل منڈلا رہے ہیں کیا انھیں اپنے والدین اور بال بچوں سے محبت نہیں۔ کیا انکے گھر بار نہیں۔

اے اماں اپنی سیدہ جناب فاطمہ (رض) پر غور کرو کہ جب جنگ احد میں حضور کے دندان مبارک شہید ہوئے تو اسوقت آپ دو سو عورتیں لیکر میدان جنگ میں گئی تھیں اسکو بھی جانے دو میدان کربلا کے واقعہ کو دیکھو۔ اہلبیت کے لوگوں پر کتنے کتنے ظلم کئے گئے لیکن تب بھی جناب زینب (رض) نے جو کوفہ کے بازاروں میں تقریر کی تھی سننے کے لائق ہے۔

اے اہلِ کوفہ۔ ہم پر کتنے ہی مظالم کئے جائیں لیکن ہمارا قدم جادۂ حق سے ذرا بھی نہیں ہٹ سکتا۔ اسلام کی خدمت سے ہمارا منہ کبھی نہیں پھر سکتا

سنو۔ اِس گئے وقت میں بھی اپنی شجاعت ہے وہی
بازوئے مسلمِ آزاد میں طاقت ہے وہی

اے اماں خدا کے واسطے میرا دودھ بخشو اور مجھے جہاد میں جانے کی اجازت دو

حلیمہ (آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر) اے میرے بہادر و غیور فرزند۔ اسلام کے بیچ بیوت میں تیرا امتحان کر چکی۔ جا اور اسلام کی خدمت کر میدانِ جنگ میں جا کر داد شجاعت دے دشمنوں کو مار کر ان کی لاشوں کا بستر بنا کر گہری نیند میں تا ابد سو۔

(حلیمہ کا نورِ نظر کو رخصت کرنا)

اے نورِ نظر ہمارے امید — اے لختِ جگر نشاطِ صد عید
ہے تیری مدد پہ روحِ خالدؓ — اسلام کے اے جری مجاہد
یہ حسن فدا قبائے گلگوں — آ آئیں تری بلائیں لے لوں
آ آ میں ترے سنوار دوں بال — جا شوق سے رن میں اے مرے لال
کیا تو نے کیا غمِ جدائی — میں نے تو بڑی مراد پائی
ہے یہ کو قبول کریں سرکار — اے کاش یہ آخری ہو دیدار
خدا دے جوشِ مذہبیت — اس سن میں یہ جذبۂ شہادت
بچپن ... سے زبانی — سجاد کے طوق کی کہانی

معلوم ہے تجھ کو اے جری جاں — ڈرتا نہیں موت سے مسلماں
اے جانِ عزیز فخرِ مادر — تلوار کو روکنا جگر پر
تیور پہ نہ میل آئے زنہار — ہوتی ہو جو گولیوں کی بوچھار
اسلام کی شان کو دکھانا — توپوں کی گرج میں مسکرانا
گر رک کے خلاف کچھ سنوں گی — ہاتھوں سے گلے کو گھونٹ دونگی

حلیمہ نے بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیکر رخصت کیا۔

صادق = خدا حافظ۔

(۳)

ماہتاب آسمان کی آدھی منزل طے کر چکا تھا۔ روشنی بھی دھیمی ہو چلی تھی۔ پاسبانانِ شب اپنے اپنے فرائض انجام دیکر رخصت ہو رہے تھے۔ بلبل کے نغمے چڑیوں کے چہچہے بزمِ قدرت میں نیا لطف پیدا کر رہے تھے۔ نسیم سحر کے جھونکے ایک نوجوان سوار کو جو گھوڑے کو سرپٹ لیے جا رہا تھا چھیڑ رہے تھے۔ رفتہ رفتہ قدرت کے مستعد ایکٹر نے قدرتی اسٹیج پر آکر دنیا کو رونق بخشی۔ ہمارا نوجوان سوار سرخ وردی پہنے ٹوپی میں ہلال لگائے اور سرخ ڈاب میں تلوار ڈالے نیزہ کے ہاتھ نکالتا ہوا چلا جاتا تھا۔ لیکن قدرتی ایکٹر کے بے رحم ملازموں یعنی شعاعوں نے آرام کے لئے مجبور کر دیا۔ غرضکہ اسی طرح منزلیں طے کرتا ہوا ہمارا مجاہد قسطنطنیہ کے قریب پہونچا جہاں اسکے والد محمد حاتم

مع کئی ہزار مجاہدین کے ملے۔ باپ نے بیٹے کو گلے لگا کر گھر کی خیر و عافیت دریافت کی اور ایک دستہ کا افسر بنا کے سمرنا کی مہم پر بھیجدیا۔

صادق نے چلتے وقت باپ کو خط دیا اور کہا جب میں راہِ اسلام میں شہید ہو جاؤں تو اسوقت یہ میری ماں کو بھجوا دینا۔

(۴)

مشرقی زرہ دار نور کی کمان نے تاریکی کو شکست دیکر رونق افروز ہوا چرند و پرند بھی عبادتِ الٰہی سے فارغ ہو چکے تھے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک طرف اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ دوسری طرف یونانی پھریرا ہوا کھا رہا تھا۔ دونوں طرف سے نعروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اتنے میں یونانی فوج کا ہراول آگے بڑھا۔ یہ دیکھکر اسلامی فوج کے علمبردار نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ نعرہ کو سنتے ہی غیور مجاہدین کی تلواریں جو نیاموں میں مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھیں نکل آئیں اور ایک دم میں تلواروں پر رکھ لیا۔ تھوڑی سی دیر میں یونانی سپاہ کے پاؤں اکھڑ گئے اور مجاہدین کا سمرنا پر قبضہ ہو گیا۔ لیکن اس جنگ میں مجاہدین کے بہادر افسر یعنی صادق نے دادِ شجاعت دے کر بہشت میں ابدی سکونت اختیار کر لی اور دنیا کی کتاب پر نام زندہ چھوڑ گیا۔

(۵)

رمضان کی تیس تاریخ ہے لوگوں کی نظریں آسمان کے مغربی کنگوں

دامن پر جمی ہوئی ہیں اتنے میں دودھارا خنجر نے نقاب ہٹا کر اپنے منور
چہرہ کو دکھا کر عید کا مژدہ سنایا۔ لوگوں نے اسکو دیکھکر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے
ایک طرف ہمارے مجاہد کی چھوٹی بہن سلیما اپنے ننھے سے ہاتھوں کو اٹھائے
اپنی ماں حلیمہ کے پاس کھڑی کہہ رہی ہے کہ اے اللہ ہمارے ابا اور بھیا کی خیریت
آجائے۔ خدا کی شان۔ اتنے میں کنڈی کے کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔
سلیمہ دوڑی ہوئی گئی۔ دیکھا کہ ابا کھڑے ہیں فوراً گلے سے لپٹ گئی اور
کہا بھیا کہاں ہیں۔ غازی محمد عالم اندر آئے اور بیوی کو خط دیکر کہا کہ صادق
اسلام پر فدا ہو گئے۔ یہ سنکر ماں کے آنسو نکل آئے۔ لیکن ضبط کیا اور سجدہ
شکر ادا کر کے کہا کہ اگر میرے سات بیٹے ہوتے تو میں سب کو راہ جہاد میں قربان
کر دیتی۔

(۶)

عید کا روز ہے لوگ اچھے اچھے کپڑے پہنکر عیدگاہ میں آئے ہیں دوگانہ
ادا کرنیکے بعد تھوڑی دیر کے لئے رک گئے ہیں۔ غازی محمد عالم شہید محمد صادق
کا خط پڑھکر سنا رہے ہیں۔

صادق کا خط

از قسطنطنیہ
مورخہ ۲۲ جولائی سنہ 1921

اے بہادر اور غیور بھائیو!

آج دُنیا میں مسلمانانِ ہند نہایت بزدلانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُن میں مشرکانہ اطوار پیدا ہو چکے ہیں۔ اِسلام کے زرّیں اصولوں سے ہٹ کر کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ آپس میں ہزار دن متضاد فرقے پیدا کر کے وہ اِسلام کو جس صورت میں پیش کر رہے ہیں وہ حد درجہ افسوسناک ہے۔ دن رات حُسن و عشق کے قصّے پڑھتے رہتے ہیں لیکن کبھی قوم کی بہبودی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ افسوس مسلم قوم جو کسی وقت دنیا میں سب سے بڑی قوم مانی جاتی تھی اب یوں زندگی بسر کرے افسوس صد افسوس۔

اے موج دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو

تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

اب بھی تمام بوڑھے۔ جوان اور مسلم بچے دینِ محمدی و اہلبیت و اصحابہ اجمعین کی تحفظ ناموس کیلئے اُٹھیں اور اپنی قوم کی بہبودی میں مشغول ہوں۔

نکل غفلت سے آنکھیں کھول اور تنظیم ملت کر

نہیں تنظیم جسمیں وہ جماعت خوار ہوتی ہے

فقط راقم آپ کا خادم صادق

اِس خط کو سُنتے ہی حریت پسند مسلمانوں کے خون نے جوش کھایا اور ہر صاحب اولاد نے ایک ایک لڑکا اسلام پر قربان ہونے کو پیش کیا اور بہت جلد مجاہدین کا ایک دستہ جمع ہو گیا جو نعرہائے تکبیر بلند کرتا ہوا لاڑکانہ کو روانہ ہو گیا۔ نصرٌ مِنَ اللهِ وفتحٌ قریب۔

تمام شد